خلیفة الرسول ﷺ

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

شاہ بلیغ الدین رحمۃ اللہ علیہ

وہ لمحہ بھی عجیب نازک لمحہ تھا جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے پردہ فرمایا۔ اُمہات المؤمنین، بیٹی، نواسوں، نواسیوں، چچا، چچازاد بھائی، داماد اور خسر صاحبان کے دکھ کا کون اندازہ لگا سکتا ہے؟ یہ سب تو گھر والے تھے۔

صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا حال بھی برابر کا بُرا تھا۔ یہ بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت ہی تھے۔ اہلِ ایماں کے لیے اس سے بڑا صدمہ کوئی اور نہیں ہوسکتا تھا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے ہمیشہ کے لیے محروم ہو رہے تھے۔ اسی لیے انتہائی سوگواری میں بھی ہر ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کر رہا تھا۔ قضائے الٰہی پر بندے کی کیا مجال، کہ کچھ کہے۔ اللہ تعالیٰ نے غم واندوہ کے اظہار کے لیے حدود مقرر کر دیے ہیں اُن سے بڑھ کر واویلا مچانے کا حکم نہیں۔ اِسی لیے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم ضبط کیے بیٹھے تھے۔ نوحہ خوانی اور بین کسی نے نہیں کیا کہ یہ حرام ہے۔

سب سے بڑی ذمہ داری اُس وقت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کندھوں پر تھی۔ سبھی مؤرخین اور محدثین لکھتے ہیں کہ اُنہی کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت کی تھی کہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کہاں کھدے گی، کون قبر کھودے گا، غسل کون دے گا، کس طرح دے گا۔ تجہیز وتکفین کون کرے گا پھر نمازِ جنازہ کس طرح پڑھی جائے گی؟ ایک ایک حکم اللہ کے رسول نے دے دیا تھا۔ یہ باتیں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائیں تھیں تو سبھی گھر والوں نے سنی تھیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حکمِ نبوی کے مطابق ہر ایک کے سپرد اس کا کام کر چکے تو سقیفۂ بنی ساعدہ کی گفتگو میں شریک ہونے کے لیے چلے۔ وہاں یہ مسئلہ زیرِ بحث تھا کہ اب مسلمانوں کا امیر کون ہوگا؟

اس زمانے ہی میں نہیں آج بھی یہ صورت ہے کہ جب کسی مملکت کا سربراہ مرجاتا ہے تو فوراً دوسرے کا اعلان کر دیا جاتا ہے۔ ہندوستان میں بھی یہی ہوتا ہے، ایران وچین میں بھی یہی ہوتا ہے روس اور امریکہ میں بھی یہی ہوتا ہے۔ سقیفۂ بنی ساعدہ مکے کے دارالندوہ کی طرح مدینۃ النبی میں مل بیٹھنے کی ایک جگہ تھی۔ اسے ٹاؤن ہال کہہ لیجیے یا چوپال، کمیونٹی

سنٹر یا پارلیمنٹ گھر! جو چاہے کہہ لیجیے۔ ہجرتِ نبوی سے پہلے بھی یہ جگہ قومی معاملات و مسائل کے حل کرنے کے لیے مل بیٹھنے کی جگہ تھی اور سب اس سے واقف تھے۔ صحابۂ کرام یہاں جمع ہوئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی اطلاع پہنچائی گئی۔ دوسرے ضروری کام انہوں نے نمٹا دیے تھے یہ بھی ضروری کام تھا۔ اسے نمٹانے چلے۔ حضرت عمر اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہما کو ساتھ لیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اللہ کے رسول کے ارشاد کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر تھے۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امین الاُمّت کا خطاب عطا فرمایا تھا۔ یہ بزرگانِ ملّت سقیفۂ بنی ساعدہ پہنچے تو گفتگو شروع ہوئی۔ ہر قسم کے جھگڑوں کا سبب دنیا کو اہمیت دینا ہے۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم تو آخرت کو اہمیت دینے والے تھے۔ جھگڑے کی باتیں منافقین، فاسقین اور فاجرین کرتے ہیں۔ مستند اور بالکل ابتدائی ماخذوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہاں امیر کے لیے ایک معیار مقرر کیا گیا پھر اس کا انتخاب ہوا۔ سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دو نام تجویز کیے ایک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دوسرے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا۔ فرمایا کہ:

''یہ معیار پر پورے اترتے ہیں اور میں تصدیق کرتا ہوں کہ آخر وقت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِن سے خوش رہے۔''

جمع الفوائد کی دوسری جلد میں امام نسائی کے حوالے سے محمد بن محمد بن سلیمان نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت دی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''کیا تم لوگ نہیں جانتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں پھر تم میں سے کون پسند کرے گا کہ وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے آگے بڑھے؟ ہم اس بات سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں کہ ہم ابوبکر رضی اللہ عنہ سے آگے بڑھیں۔''

سبھی نے اس خیال کو پسند کیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ امیر منتخب ہوگئے۔

کنز العمال میں ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ جب یہ حکم دیا میں اس وقت وہاں موجود تھا وہاں نہ تھا ایسا نہیں نہ میں بیمار تھا۔ ہم اپنی دنیا کے لیے اُس شخص پر راضی ہیں جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے دین کے لیے راضی ہوگئے تھے۔''

سقیفۂ بنی ساعدہ کی بیعت کے بعد مدینۃ النبی میں رہنے والے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے علاوہ آس

پاس سے جو صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس موقع پر مدینہ پہنچ گئے تھے ان سب نے یہ اطلاع سنی اور کسی طرف سے کوئی اختلافی آواز نہ اُٹھی۔ اس کے باوجود سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مسجدِ نبوی میں اعلانِ عام کے لیے خطبہ دینا ضروری سمجھا۔ اس وقت مسجدِ نبوی کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ انہوں نے سقیفۂ بنی ساعدہ کی رپورٹ بیان کرنے کے بعد فرمایا:

’’اگر چہ کہ میری بیعت ہو چکی ہے لیکن سچ یہ ہے کہ میں اس گراں بار ذمہ داری کا اہل نہیں اس لیے میری معذرت قبول کیجیے اور کسی اور کو اس جگہ کے لیے منتخب کر لیجیے۔‘‘ یہ کہہ کر وہ منبر سے اتر گئے۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اُنہیں پکڑ کر پھر سے منبر پر لا کھڑا کیا۔ ہر طرف سے آوازیں بلند ہو رہی تھیں کہ ہم سب آپ کی ذات پر متفق ہیں، آپ ہی ہمارے امام ہیں۔ یہ کہتے ہوئے لوگوں نے پھر سے اُن کے ہاتھ پر بیعت شروع کی۔

طبری نے لکھا ہے کہ:

اس موقع پر سب سے پہلے بیعت کرنے والے سیدنا علی مرتضیٰ تھے۔

صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں قرآن نے کہا:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ......

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی تو رزمِ حق و باطل میں فولاد اور حلقۂ یاراں میں بریشم کی طرح نم تھے یعنی ایک ہی رنگ تھا جس میں میر اور سپاہ رنگے ہوئے تھے۔

اسی لیے اُنہیں یہ سند ملی کہ:

رضی اللّٰہ عنهم و رضوا عنه

یعنی اللہ ان سے خوش اور وہ مالک الملک سے ہر طرح راضی

جنہوں نے اللہ کے نظم کو نہ توڑا ان پر یہ الزام کہ مسندِ خلافت کے لیے لڑ پڑے؟ یہ جھوٹ کی بدترین مثال ہے۔

ذرا سوچیے کہ مسندِ خلافت پر بیٹھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کیا ملا؟ کوئی مالی فائدہ؟ جاگیر؟ منصب؟ اُنہیں نہیں تو اُن کی اولاد کو کوئی عہدہ ملا؟ کوئی جاگیر ملی؟ کوئی وزارت؟ سفارت؟ نہیں! تو پھر تاریخ کو مسخ کرنے والے اللہ کو کیا منہ دکھائیں گے؟

تُفو بر تو اے چرخِ گرداں تُفو!